کلام اقبال اور ذکر علیؑ

از: حسن مثنیٰ

جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

ڈاکٹر سر محمد اقبال کا نام نامی اردو ادب کو سنوارنے نکھارنے اور چمن اردو میں باغ و بہار لانے والوں میں سے ایک معتبر اور اہم نام ہے۔ ان کا خاص وصف یہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے نہ صرف اردو ادب کو نت نئے تخیلات اور فلسفے سے مالا مال کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنی شاعری کے لئے قرآن مجید، احادیث رسول اور ذکرِ صحابہؑ کرام کو ماخذ و منبع بنالیا۔ قرآن مجید سے غیر معمولی شغف اور اس کے عمیق مطالعے نے انہیں فکر و نظر کی وہ وسعتیں اور بلندیاں عطا کی تھیں جو ان کے متقدمین و متاخرین میں سے کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ انہوں نے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کی شاعری کا حرف بہ حرف ان تعلیمات کا مرہون منت ہے جو انہیں اس ماحول سے حاصل ہوئی تھی جس کے وہ پروردہ تھے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال کے اس بیان کا مدعا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں فلسفۂ قرآن اور تعلیمات قرآنی کی ترویج واشاعت کو اہمیت دی اور قرآن کو مسائل حیات اور ان کے حل کے طور پر پیش کیا۔ قرآن کریم نے ان کو وہ انقلابی اور آفاقی فکر عطا کی تھی جس نے مغربی تہذیب کو مشرق سے متعارف کرایا اور قرآن حکیم کی تعلیمات کے آئینہ میں انسانوں کے ذریعہ عالم انسانیت کے فلاح و بہبود کی تلقین کی اور اس سلسلے میں انہوں نے مختلف استعارات، تشبیہات اور رمز و کنایہ سے کام لیا اور اپنی شاعری میں مرد مومن، شاہین وغیرہ جیسے اچھوتے اور نئے استعارات استعمال کیے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نادر اصطلاحات بھی وضع کیں۔ مرد مومن کے لئے حضرت علیؑ کا انتخاب کیا جن کی ذات ستودہ صفات میں علم، عمل اور عشق کی تینوں خوبیاں بیک وقت جمع نظر آتی ہیں۔

یوں تو شاعر مشرق کی نظم "زہد و رندی" کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی ذات سے مکمل آشنا نہیں تھے جس کا انہوں نے اقرار بھی کیا ہے اور کہا ہے کہ میرے بحر خیالات کا پانی بہت ہی عمیق ہے۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ ان کے بحر خیالات و تخیلات کا پانی بہت گہرا ہے جس میں ان کے افکار کے دو دھارے بجا طور پر نمایاں ہیں۔ ایک تو شاعرانہ اور دوسرا فلسفیانہ اور اسی گہرائی میں ولایت علیؑ بھی مضمر ہے۔ دراصل حضرت علیؑ سے ان کی عقیدت مندی ان کی تربیت کا نتیجہ تھی جس میں ان کی والدہ گرامی امام بی بی کا اہم کردار ہے۔ گرچہ حضرت علیؑ سے اقبال کی عقیدت مندی زمانہ طالب علمی میں ہی گھر کر چکی تھی مگر انہوں نے بہت بعد تک نہ تو مسلمانوں کو مخاطب کیا تھا اور نہ ہی حضرت علیؑ پر کوئی شعر کہے تھے لیکن ان کے حلقۂ ارباب میں یہ شہرہ تھا کہ اقبال تشیع سے بہت متاثر ہیں اس امر سے انحراف ممکن نہیں۔ ملاحظہ ہو "زہد اور رندی" کے یہ اشعار جو اس بات پر دلالت کرتے نظر آتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی
تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی
خضر نے میرے ایک شناسا سے یہ پوچھا
اقبال کے ہیں قمری شمشاد معانی
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا
گو شعر میں ہے رشک کلیم ہمدانی
سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی
ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفضیل علی ہم نے سنا اس کی زبانی [1]

ڈاکٹر اقبال کے ابتدائی کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے کلام میں وسیع المشربی موجود ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ مسلم صوفیاء و مفکر کے ساتھ ساتھ شنکر اچاریہ کے

اس ویدانتی فلسفہ کے مثبت پہلوؤں سے بھی کافی متاثر تھے جس میں تسلیم و رضا احساس خودی اور شان بے نیازی نہایت ہی اہم ہیں۔اسی وجہ سے ان پر بھی مختلف قسم کی الزام تراشیاں کی گئیں۔

علامہ اقبال کی شاعری میں عشق اور خودی کا تصور بہت زیادہ کار فرما نظر آتا ہے۔ عشق اقبال کے افکار و تصورات کا ایک ایسا اہم جزو ہے جس سے ان کی مراد نص قرآن اور عشق رسول ہے جو صحابہؓ کرام کے جذبۂ ایمانی کا محرک بھی تھا۔اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ جہاں عشق کے بہت سارے روپ بتائے ہیں وہیں اس کی ایک شکل حضرت علیؓ کی ذات بابرکت بھی ہے۔وہ کہتے ہیں۔

کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرود انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق ۲

جمال عشق و مستی ظرف حیدر
زوال عشق و مستی حرف رازی ۳

مندرجہ بالا اشعار سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال عشق کے طالب نظر آتے ہیں لیکن جلد ہی اقبال بصیرت کی گہرائیوں میں اتر کر یہ بخوبی سمجھ جاتے ہیں کہ سمجھ اتنی عام شئے نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس کو مل جائے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللہی ۴

حضرت علیؓ سے اس والہانہ عقیدت، قلبی شیفتگی اور جذباتی لگاؤ نے اقبال کے ان اشعار کو عجیب کیف اور سوز و گداز سے بھر دیا ہے جو ذکر علی سے مزین ہیں۔اقبال اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کی تخصیص کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق ۵

علامہ اقبال کے افکار میں خودی اور عشق کے علاوہ فقر بھی اہمیت کا حامل ہے اور ان کی نظر میں ایک دوسرے میں یہ اس طرح پروئے گئے ہیں جیسے تسبیح کے دانے ساتھ ساتھ پروئے ہوتے ہیں۔انہوں نے یہ بار بار باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ فقر دنیا سے بے رغبتی کے مترادف ہے جس کے متعلق حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔"اے دنیا!اے دنیادور ہو مجھ سے۔کیا میرے سامنے اپنے کولاتی ہے ؟یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آتی ہے تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے) بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔جا کسی اور کو فریب دے۔مجھے تیری خواہش نہیں ہے میں تو تجھے تین طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں" ۶

دوسری جگہ وہ دنیا کو ان الفاظ میں متعارف فرماتے ہیں"دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔" ۷

ڈاکٹر اقبال نے حضرت علیؑ کے فقر کی یہ شان بتائی ہے کہ۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی ۸
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری ۹

اقبال گہری بصیرت کے ساتھ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی ! ۱۰

اقبال کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے زندگی کو عمل اور موت کو سکوت قرار دیا ہے اور اللہ والے ہر حال میں عمل کو گلے لگائے رہتے ہیں اور حق کے لئے جان کی بازی تک لگا دیتے ہیں۔اسلامی جنگوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو بہت سارے جوانمرد ایسے ملیں گے جنہوں نے اسلام کی بقا کے لئے خود کو نثار کر دیا لیکن حق سے منہ نہیں موڑا اور مثل شیر جرار و کرار ہوئے نہ کہ فرار اور انہیں میں سے ایک شیر،شیر خدا حضرت علیؑ ہیں، جنہوں نے میدان سے فرار اختیار نہ کیا بلکہ میدان جنگ میں "کانھم

بنیان مرصوص "(آپ لوگوں کی شان یہ ہے کہ جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بنے رہے یعنی علی کی ذات ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جن کو دیکھ کر مد مقابل آنے والی طاقت پر ایک عجیب سی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہوگئے پانی
میری اکسیر نے شیشہ کو بخشی سختی خارا ۱۱
مٹایا قیصر وکسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا ؟ زور حیدر ، فقر بوذر، صدق سلمانی ۱۲

ڈاکٹر اقبال کی نظر میں علیؑ کا یہ فقر دنیوی سلطنت وسطوت سے بہت بلند ہے اس لئے کہ علی کی نظر میں سلطنت وشکوہ پادشاہی کی وقعت کچھ نہیں تھی۔ علی کی نظر میں سلطنت وپادشاہی اس وقت کچھ حیثیت رکھتی ہے جب وہ قیام حق کے لئے قائم ہو۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری ۱۳

علامہ اقبال کی نظر میں نان شعیر پر گزر بسر کرنے والے بہت ملتے ہیں لیکن نان شعیر پر بسر کرنے والوں میں کوئی قوت حیدری کا مالک نہیں کیونکہ قوت حیدری فراہم کرنے کے لئے کسی ایسے جوہر کی ضرورت ہے جو ایمان سے پیدا ہوتا ہے اور اگر یہ ایمانی طاقت ہاتھ لگ جائے تو فقر وغنا کی ضرورت نہیں در پیش ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کلام الٰہی اور تعلیمات نبوی کی تجلی سے مسلمانوں کے اندر حرارت اور روشنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ دعا کی ہے کہ

دلوں کو مرکز مہرووفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نان جویں بخشی ہے تونے
اُسے بازوئے حیدر بھی عطا کر ۱۴

کلام اقبال میں حضرت علیؑ کی شجاعت ، جرائت مندی اور جانبازی کا ایسا مثالی پیکر ملتا ہے

جواردو شاعری میں کسی دوسرے شخص کے یہاں نہیں ملتااور اسی لئے اقبال نے اپنے کلام میں حضرت علیؑ کانام نہ لے کر ان کے خطابات والقاب مثلاً حیدر، حیدر کرار، خیبر شکن، اسد اللہ وغیرہ کو بطور اصطلاح استعمال کیاہے۔ اقبال نے یہ سارے القاب بڑے ہی اچھوتے اور نرالے انداز میں برتے ہیں مثلاً غزوۂ خیبر کی مثال دے کرانہوں نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال پراظہار تاسف بھی کیاہے اور ان عظیم کارناموں کی یاد لائی ہے جس پر ہمیں فخر ہے۔

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ ٔ دین وطن
اس زمانے میں کوئی حید رکرار بھی ہے ۱۵

اس شعر میں نہ صرف مولائے کائنات کی حمد وثنا کی گئی ہے بلکہ ان سے اپنی بے انتہا عقیدت مندی کااظہار بھی کیاگیاہے اوراس بات کی جانب اشارہ بھی ہے کہ معرکہ خیبر میں توہم یہودیوں کے ایک گروہ سے نبرد آزما تھے جبکہ آج مسلمانوں کو مختلف مذاہب اور گروہوں سے مقابلہ کرناپڑرہاہے۔ اس شعر کے ذریعے اقبال نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت تو حضرت علیؑ جیسے حیدر کرار تھے جنہوں نے باطل پر فتح پائی اور حق غالب رہالیکن افسوس صد افسوس کہ آج ہمیں ایسے رہنما میسر نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کی بصیرت وبصارت نے بہت جلد اس حقیقت کاادراک کرلیا تھاکہ موجودہ حالت میں مسلمانوں کے قعر مذلت میں جانے کا سبب مغربی تہذیب وتمدن کی کورانہ تقلید ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ذات علی شمع ہدایت بن سکتی ہے اور ہمیں ہمارا کھویا ہوا وقار عطا کر سکتی ہے۔ تب ہی تو سر محمد اقبال نے علی کی جانبازی اور حق پر مکمل ایقان وایمان کے منظر کواپنے اشعار میں یوں پیش کیاہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے توبے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی ۱۶

اس شعر میں اقبال نے علی کی جانبازی دکھاتے ہوئے یہ باور کرانے کی سعی کی ہے علی ہی فی الحقیقت مرد مومن ہیں اور وہ اس قدر جانباز ہیں کہ بغیر تلوار بھی دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں اور انہیں کسی قسم کے ہتھیار نیزہ وتلوار یہاں تک کہ عصاکی بھی ضرورت نہیں بلکہ شب ہجرت تلوار کے سائے میں اطمینان سے سورہتے ہیں۔ وہ دراصل رحم کرنے والوں میں سب سے بڑے رحیم وکریم ہیں

اور اپنے جانی دشمن کو بھی معاف کر دینے والے ہیں مگر جب معرکۂ حق و باطل کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو میدان میں عرصۂ لافتیٰ کے شہسوار ہوتے ہیں اور در حقیقت حیدر کرار بن کر رسول کی لفظوں میں میدان میں ڈٹ جاتے ہیں آنحضرت نے فرمایا۔

"کل علم میں ایسے مرد کو دوں گا کہ جو کرار ہو گا میدان سے بھاگنے والا نہیں ہو گا۔ اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے اور وہ اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہو گا اور وہ اس وقت تک میدان سے واپس نہیں ہو گا جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ میں فتح نہ دے دے گا۔ "[۱۷]

پھر اقبال غزوۂ خیبر کی مثال دے کر بتا رہے ہیں کہ حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی کوئی نئی بات نہیں بلکہ مرحب و عنتر تو ہر زمانے میں حق کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ ہم فطرت اسد اللہ پیدا کریں۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی ، نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی وہی مرحبی وہی عنتری [۱۸]

ایک طرف اقبال نے جہاں اپنی نظم شکوہ میں مسلمانوں کی زبوں حالی پر خدا سے شکایت کی کہ

توہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا؟ اس کو کیا سر کس نے [۱۹]

تو دوسری جانب جواب شکوہ میں یہ فرماتے ہیں:

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے ؟
حیدری فقر ہے ، نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر [۲۰]

مندرجہ بالا اشعار میں انداز مسلمانی سے مراد اتباع رسول ہے اور حیدری فقر سے مراد طرز

اسد اللّٰہی۔ اپنے اسلاف سے روحانی نسبت نہیں ہونے کی وجہ سے ہی اقبال مسلمانوں پر طنز کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ

امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی ۲۱

شاعر مشرق اقبال کا حضرت علی کے حضور میں عقیدت گزاری اور نیاز مندی کا یہ عالم ہے۔

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف ۲۲

یا وہ کہتے ہیں کہ

یہ ہے اقبال فیض یاد نام مرتضیٰ جس سے
نگاہ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

اور پھر ڈاکٹر اقبال زمانے کی بگڑی ہوئی تیوریوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی سچی محبت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دل میں ہے اس بے عمل کے داغ عشق اہل بیتؑ
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظل دامن حیدرؑ مجھے

مختصر یہ کہ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کو وسیلہ بنا کر اپنی بے انتہا عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت علی کی تعلیمات کو عام کرنے کی سعی کی اور فضائل علیؑ کو جزو ایمان بنا کر مسلمانوں کے اندر دوبارہ نئی روح پھونکنے کا کام کیا۔ اقبال ایک مشکل پسند مفکر ہیں۔ جنہوں نے اپنی شاعری کی وساطت سے انسانی افکار کے مختلف دریچے وا کئے، عظمت انسان کے مخفی رازوں کو ظاہر و ہویدا کرنے کی کامیاب کوشش کی،، مرد مومن کے کمالات سے متعارف کرایا، بغض و عناد سے نفرت دلائی اور وطن کی محبت جسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے کا نغمہ گنگنایا، نیز مغرب کی اس وطنیت سے متنبہ کیا جس کی ضرب سے کائنات زخمی اور انسانیت خون میں غرق ہو رہی تھی۔ اقبال کے یہاں حب علی صرف ان کی اپنی ذات تک ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے کلام کے ذریعے عالم انسانیت کو اس نور سے کسب فیض کا درس بھی دیا ہے۔ وہ شعلوں سے گل چینی کرتے ہیں اور آپ کی شمشیر یعنی ذوالفقار کو آب

حیات سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ولولہ انگیز اور روح پرور اشعار سے قوم کو جہاد زندگی کے لئے آمادہ کیا اور انہیں اپنی عظمت رفتہ اور دولت گمشدہ کی بازیابی کا بھی حوصلہ عطا کیا۔ خصوصاً علی کے عشق اور عمل کو علامت بنا کر مسلمانوں میں حیدری فقر کے ساتھ بازوئے حیدر اور زور حیدر پیدا کرنے کی تلقین کی ہے اور اس کو بروئے کار لانے میں اسمائے علیؑ مرتضیٰ اور صفات علی مرتضیٰ کا سہارا لیتے ہوئے اپنی شاعری کی اساس قائم کی ہے اور یہی ان کے کلام کی خوبی تھی جس کی بنا پر وہ تمام شاعروں میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا کہ انہوں نے لطیف ترین، دقیق ترین اور نادر و نایاب مضامین کو اشعار کے سانچے میں ڈھال کر کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ کوئی بھی ذی فہم ان کی اعلیٰ شعری استعداد اور صلاحیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حق تو یہ ہے کہ اقبال نے بعض مضامین اور تاریخی واقعات کو بھی صرف ایک شعر میں بیان کر دیا ہے جسے ایک ماہر نثر نگار کئی صفحوں میں بھی شاید ہی پوری طرح بیان کر پائے۔

مآخذ

۱۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۵۹

۲۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۸۷

۳۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۸۳

۴۔ کلیات اقبال ضرب کلیم۔ ص۶۳۶

۵۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۱۱۲

۶۔ کلمات قصار ۷۷ نہج البلاغہ۔ ص۸۲۶

۷۔ نہج البلاغہ مکتوب ۶۸۔ ص۷۹۲

۸۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۳۴۹

۹۔ کلیات اقبال ضرب کلیم۔ ص۶۳۳

۱۰۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۳۴۹

۱۱۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۱۳۷

۱۲۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۲۷۰

۱۳۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۲۵۲

۱۴۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۳۰۱

۱۵۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۳۵۶

۱۶۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۴۲۷

۱۷۔ صحیح بخاری

۱۸۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۲۵۳

۱۹۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۱۶۵

۲۰۔ کلیات اقبال بانگ درا۔ ص۲۰۔۲۰۳

۲۱۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۴۱۲

۲۲۔ کلیات اقبال بال جبرئیل۔ ص۳۳۲

☆☆☆☆